کیفی کی نظم نگاری میں مقصدیت

پروفیسر سید سراج اجملی

شعبۂ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (یوپی)، موبائل: 9319681844

ترقی پسند ادبی تحریک کے نظریہ سازوں نے ہیئت کے مقابلے مواد اور فنکاری کے مقابلے مقصدیت پر اتنا زور دیا اور اپنے مقدمے کو مضبوط کرنے کے لیے ایسی علمی موشگافیاں کیں کہ اس تحریک کے زیر اثر لکھی جانے والی شاعری کے بارے میں عام خیال یہ قائم کرلیا گیا کہ اس میں نعرے بازی اور عارضی ولمحاتی ردعمل کے علاوہ نہ فن کاری ہوگی نہ ہی گہرائی اور نہ ہی اس طرح کی شاعری کو دوام کی کوئی صورت میسر آئے گی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہیاّ ہیاّ والے مطلبی فرید آبادی اور بھوکا ہے بنگال والے وامق جون پوری اور نیاز حیدر سے لے کر کیفی اعظمی تک ترقی پسند شعرا نے اپنے کلام کے معتد بہ نمونوں سے اس عام خیال کو تقویت ہی پہنچائی، انھیں اس کی فکر مطلقاً نہیں رہی کہ:

''کہتی ہے'' ان ''کو خلق خدا غائبانہ کیا''

اس طرح کے شعرا میں دو نقاط نظر اور دو صلاحیتوں کے حامل افراد شامل تھے۔ ایک وہ جو مقلد جامد اور قیادت و ہائی کمان کے اشارۂ ابرو پر نظم کہہ رہے تھے، ایسے شعرا کو روزانہ نظمیں لکھ کر اخبارات میں شائع کرنا یا عوامی جلسوں میں پڑھنا تھا۔ ترقی پسند تحریک کے ساتھ اس قسم کے شعرا کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ دوسری قسم کے شعرا وہ تھے جن کی جانب نظریہ ساز علما بھی اور قیادت و ہائی کمان بھی امید افزا نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ ان شعرا کے پاس کہنے کو بہت کچھ تھا، ان کی آواز میں توانائی تھی اور یہ شعرا باخبری کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔ ایسے شعرا میں کیفی اعظمی کا نام اہمیت کا حامل ہے۔

کیفی اعظمی کے بارے میں ہمارے اس خیال کی تصدیق ایلیا اہرن برگ کا وہ مختصر ترین پیش لفظ کرتا ہے جو کیفی اعظمی کے دوسرے مجموعۂ کلام ''آخر شب'' (۱۹۴۷) میں شامل ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ایلیا اہرن برگ کا دو جملوں کا ''پیش لفظ''۔

''ایک ادیب کے لیے یہی ضروری نہیں کہ وہ ایسے ادب کی تخلیق کرے جو مستقبل کی صدیوں کے لیے ہو۔ اسے ایسے ادب کی تخلیق پر بھی قدرت ہونی چاہئے جو صرف ایک لمحے کے لیے ہو، اگر اس ایک لمحے میں اس کی قوم کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا ہے۔''

(کلیات کیفی اعظمی، ص: ۱۴۷)

اگر کیفی کی نظموں پر ایلیا اہرن برگ کے ان الفاظ کی روشنی میں نظر ڈالی جائے تو ان کی بیشتر شاعری ترقی پسند ادبی تحریک کے مخالفین کے لفظوں میں 'عارضی اور لمحاتی موضوعات سے پیدا شدہ ردعمل' قرار پائے گی، لیکن وہی نظمیں اس ایک لمحے کے لیے ہوں گی جو اس قوم کی قسمت کے فیصلے کا لمحہ ہوگا۔

کیفی کے کلیات کی ورق گردانی اس نقطۂ نظر سے کرنے کے نتیجے میں جو نظمیں پہلی قرأت میں ہی مذکورہ بالا صفات کی حامل نظر آئیں اور جن پر نظر رکی ان کی تفصیل اس طرح ہے۔ کیفی کے کلیات میں ان کے پہلے مجموعے 'جھنکار' کی نظموں کا تعلق تحریک آزادی کے ہنگامہ خیز دور سے ہے۔ 'جھنکار' کا سنہ اشاعت ۱۹۴۴ء ہے اور اس مجموعے کی وہ نظمیں جنھیں ہماری نگاہ انتخاب نے اپنے عنوان کے مطابق اور اپنے مقدمے کے ثبوت کے بطور پایا اس طرح ہیں۔ بیکاری، عورت، ماحول، آندھی، تاج، تاج محل، حقیقتیں، اعتراف، نئی صبح اور مغالطہ۔ ان نظموں میں وہ تمام خوبیاں بطریق احسن موجود ہیں، جو مبنی بر واقعات ہونے کے باوجود اور عارضی ولمحاتی خصوصیات کی حامل ہونے کے باوجود اپنی بنت کے حوالے سے فنکاری کی مثال بھی ہیں اور اپنے مواد کے اعتبار سے ایلیا اہرن برگ کے الفاظ کے عین مطابق بھی۔

اوپر انتخاب میں جو نظمیں پیش کی گئیں ان میں نظم 'عورت' کیفی اعظمی کی وہ معروف نظم ہے جو اپنے نفس مضمون کے حوالے سے اردو نظم کی تاریخ کی انقلابی نظم کہے جانے کی مستحق ہے۔ اس نظم میں موضوع کے تعلق سے جو نقطۂ نظر اپنی جوت جگا رہا ہے وہ خالص ترقی پسند نقطۂ نظر ہے اور پوری اردو شاعری میں پہلی مردانہ آواز ہے جو عورت کے لیے پیکر

حسن و ادا، نزاکت کی مورت، چراغ خانہ، شمع انجمن، سبھا کی پری جیسے آرائشی، مصنوعی اور مبنی بر تعصب تخاطب کے مقابلے ایک انسانی اور مبنی بر مساوات تخاطب کا استعمال کرتی ہے۔ کیفی کی اس نظم کی شہرت کی بنیاد اس کی یہی سب سے اہم خوبی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کیفی اعظمی کو رواں دواں تخلیقی اظہار پر بلا کی قدرت ہے ان کی نظموں میں مصرعے اس قدر چست اور درست ہوتے ہیں کہ ان میں حشو و زوائد کے رخنے تلاش کرنے میں ان کے بدترین دشمن بھی ناکام ہو جاتے ہیں۔ ایسے گٹھے ہوئے پیرائے میں اور خاصے بلند بانگ لہجے میں کہی جانے والی یہ نظم اپنے دامن میں ایسے مصرعے رکھتی ہے جن کو پڑھ کر بے ساختہ داد زبان پر آجاتی ہے۔ پہلی نظم 'عورت' کے چند مصرعے آپ بھی ملاحظہ کریں:

آبگینوں میں تپاں ولولہ سنگ ہیں آج
تیری آغوش ہے گہوارہ نفس و کردار
تابہ کے گرد ترے وہم و تعین کا حصار
بن کے سیماب ہر اک ظرف میں ڈھل جاتی ہے
نبض ہستی کا لہو کانپتے آنسو میں نہیں
جنت اک اور ہے جو مرد کے پہلو میں نہیں
قہر ہے تیری ہر اک نرم ادا تیرے لیے
تو حقیقت بھی ہے دلچسپ کہانی ہی نہیں
تیری ہستی بھی ہے اک چیز جوانی ہی نہیں
توڑ پیمانہ مردان خردمند بھی توڑ
ہاں اٹھا جلد اٹھا پائے مقدر سے جبیں

ان مصرعوں میں شعری اظہار کے حسن کی اکثر صورتیں اور بطور خاص وہ صورتیں بہت واضح نظر آتی ہیں جن کا ذکر گزشتہ سطور میں کیا گیا۔ عنوان کے ساتھ یا موضوع کے ساتھ انصاف کی مثال تو ان مصرعوں سے ملتی ہے۔ ترکیبوں کا حسن اور تشبیہوں کی تازگی اس خطابیہ نظم کو بھی فنکاری کا مرقع ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس نظم کی تخلیق اور اشاعت کے بعد عورت کے تعلق سے اردو شاعری کے عمومی نقطۂ نظر میں ایک مثبت تبدیلی یہ محسوس کی گئی کہ عورت کو رفیق معاملات زمانہ کی حیثیت سے دیکھنے کی جانب توجہ ہوئی۔ عورت سے خطاب پر مبنی یہ نظم پیغام کی حامل بھی ہے اور بیان بھی۔ اس کے باوجود اظہار کے مزاج اور استعمال الفاظ کی حرارت کے سبب سے اس نظم میں ایک خاص قسم کا شکوہ پیدا ہو گیا ہے۔ یہ بند ملاحظہ کریں۔

توڑ کر رسم کا بت بند قدامت سے نکل
ضعف عشرت سے نکل وہم نزاکت سے نکل
نفس کے کھینچے ہوئے حلقہ عظمت سے نکل
قید بن جائے محبت تو محبت سے نکل
راہ کا خار ہی کیا گل بھی کچلنا ہے تجھے
اٹھ مری جان مرے ساتھ ہی چلنا ہے تجھے

اس بند میں ضعف عشرت، وہم نزاکت اور حلقہ عظمت جیسی تراکیب میں تازگی کے حسن کے ساتھ ساتھ طنز کی کاٹ بھی قابل دید ہے۔ اس سے قبل کے منتخب مصرعوں میں سب سے پہلے ان تراکیب کو ملاحظہ کریں جن میں ندرت، ذہانت، نقطۂ نظر کی حرارت اور اظہار کی بے باکی اپنے جلوے بکھیر رہی ہے۔ مثلاً ولولہ سنگ، گہوارہ نفس و کردار، پائے مقدر وغیرہ۔ مجموعی طور پر اس نظم کو ایسی تخلیق سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جس کا آہنگ خطابیہ ہے۔ خطابیہ آہنگ اس وقت کی ضرورت بھی تھی اور نفس مضمون کی ادائیگی میں سب سے زیادہ معاون بھی۔ پھر ایک بات اور کیفی نے روایت سے گہری وابستگی کے نتیجے کے بطور پابند ہیئت کا استعمال بیش از بیش کر کے اوزان و بحور کی بندشوں کے شاکی اپنے ہم مشربوں کو یہ خاموش جواب بھی دیا ہے کہ اگر قدرت اظہار اہم ہے اور کہنے کا ڈھب ٹھیک سے آتا ہے تو ہیئت کوئی مسئلہ نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ترقی پسند شعرا نے آزاد و معریٰ نظم کی ہیئتوں میں اظہار کے امکانات کو بڑھانے کا کارنامہ انجام دیا ہے، لیکن یہ بھی بات سچ ہے کہ پابند ہیئت میں جوش سے لے کر نیاز حیدر اور کیفی تک ترقی پسند شعرا نے کثرت سے نظمیں کہیں اور مولانا حالی کے مطالبہ جوش (اصلیت، سادگی اور جوش) کو اپنے عہد کے مطالبات کے پیش نظر قائم کرنے کا کارنامہ انجام دیا۔ کیفی اعظمی کی نظم بیکاری کے یہ دو بند ملاحظہ ہوں:

یہ بازو یہ بازو کی میرے صلابت
یہ سینہ یہ گردن یہ قوت یہ طاقت
یہ جوش جوانی یہ طوفان جرأت
بہ ایں وصف کچھ بھی نہیں میری قسمت
حیات و عمل کا گنہگار ہوں میں
بڑا دکھ ہے مجھ کو کہ بیکار ہوں میں

مری ہڈیوں سے بنے ہیں یہ ایواں
مرے خون سے ہے یہ سیل بہاراں
مری مفلسی سے خزانے ہیں تاباں
مری بے زری سے ہیں سکے درخشاں

اس آئینہ زر کا زنگار ہوں میں
بڑا دکھ ہے مجھ کو کہ بیکار ہوں میں

ان بارہ مصرعوں میں بہاؤ اور روانی بیان نفس مضمون کی بے چارگی کو پس پشت ڈال کر بیکاری کی ذلت سے پیدا ہونے والی افسردگی کے مقابلے نظم کے راوی یا کردار کی قوت و طاقت اور اس کے جلال و شکوہ پر پڑنے والے خارجی اثرات کے تعلق سے قاری کے یہاں ناپسندیدگی کے جذبات پیدا کرتی ہے اور ان خارجی عوامل کے خلاف صف آرا ہو کر انھیں ختم کرنے اور بیکاری کے عذاب سے راوی کو محفوظ رکھنے کی کوششوں کی جانب راغب کرتی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس پورے سلسلہ بیان میں نعرے بازی کی صورت کہیں نظر نہیں آتی۔ اس کے برخلاف ایسے مصرعے اپنے حسن کے سبب سے متاثر الگ کرتے ہیں اور استعارے و تراکیب اپنا اثر چھوڑ جاتے ہیں ملاحظہ ہوں:

حیات و عمل کا گنہگار ہوں میں
مری ہڈیوں سے بنے ہیں یہ ایواں
مرے خون سے ہے یہ سیل بہاراں
مری بے زری سے ہیں سکے درخشاں
اس آئینہ زر کا زنگار ہوں میں

''آئینہ زر کا زنگار'' ترکیب اپنے دامن میں ندرت اور استعاراتی پیرائے کا وہ حسن رکھتی ہے کہ اگر بے تعصبی غیر جانب داری اور فنکارانہ بیان کو پیش نظر رکھا جائے تو داد بے ساختہ نکلتی ہے۔

نظم 'ماحول' کے یہ مصرعے اسی حوالے سے پیش کئے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

طبیعت جبر یہ تسکین سے گھبرائی جاتی ہے
ہنسوں کیسے ہنسی کمبخت تو مرجھائی جاتی ہے
فضا کا سوگ اترا آرہا ہے ظرف ہستی میں
نگاہ شوق روح آرزو کجلائی جاتی ہے
یہ رنگ مے نہیں ساقی جھلک ہے خوں شدہ دل کی
جو اک دھندلی سے سرخی انکھڑیوں میں پائی جاتی ہے
مرے مطرب نہ دے للہ مجھ کو دعوت نغمہ
کہیں ساز غلامی پر غزل بھی گائی جاتی ہے

یہ مصرعے جبر کی اس صورت حال کا بیان ہیں جس میں ملال اور افسردگی نے مسرت و شادمانی کے امکانات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اس پس منظر میں جبریہ تسکین، ظرف ہستی میں فضا کے سوگ کا اتر آنا اور نگاہ شوق و روح آرزو کا کجلانا ایسے پیکر خلق کرتے ہیں جن میں حسن سوگوار کی تصویر اپنا بھرپور تاثر چھوڑتی ہے۔ آنکھوں کی سرخی جو عموماً رنگ مے اور نتیجہ مے خواری کے سبب سے ہوتی ہے اصلاً راوی کے خوں شدہ دل کی جھلک ہے۔ اس ماحول کا بیان نرا بیان صورت حال نہیں بلکہ ماحول و فضا کی فنکارانہ تصویر کشی ہے جو اپنے دامن میں شاعرانہ بیان کا حسن بھی رکھتی ہے اور اس کا تعلق اصلیت اور واقعیت سے بھی گہرا ہے ایسی صورت حال میں دعوت نغمہ پر عین ممکن ردعمل وہی ہوسکتا ہے جس پر یہ نظم ختم ہوتی ہے ملاحظہ ہوں نظم کے آخری دو مصرعے:

مرے مطرب نہ دے للہ مجھ کو دعوت نغمہ
کہیں ساز غلامی پر غزل بھی گائی جاتی ہے

اسی طرح یہ مثال بھی کیفی کے اس متوازن رویے کو پیش کرتی ہے جو ہمارے مضمون کا عنوان ہے یعنی فنکاری اور مقصدیت میں توازن۔

نظم ''تاج'' کیفی اعظمی کی ایسی نظم ہے جو اپنے استعاراتی پیرائے اور اپنے مصرعوں میں صدیوں کی تاریخ جبر کو تلمیحات کے ذریعہ بہت خوبصورتی سے قائم کرتی ہے۔ تاج کے لیے جو تشبیہات کیفی نے استعمال کی ہیں یا جو استعارات خلق کئے ہیں ان میں تاج کے ظاہری شکوہ کو بھی پیش نظر رکھا گیا اور اس کے نیچے جو سر ہوتا ہے اس میں انسان دشمنی و خبث کی صورتوں کو بھی آئینہ کیا گیا ہے۔ مصرعے ملاحظہ ہوں:

ہاں یہی تاج اسی تاج زر افشاں کی قسم
حلقہ جبر ہے محکومی انساں کی قسم
شرح عنوان ہے یہ جنگ کی تمہید ہے یہ
تیرگی جس سے برستی ہے وہ خورشید ہے یہ
زہر ہی زہر ہے جس میں یہ وہ پیمانہ ہے
اس کا سایہ جو کوئی شکل بنا دیتا ہے
اٹھ کے چنگیز خدائی کو ہلا دیتا ہے
اس کی آغوش میں خوابیدہ ہیں فرعون و یزید
نسل و مذہب کا یہ رہتا نہیں پابند کبھی
فرق پر جس کے چمک جائے ہلاکو ہے وہی

تاج شاہی کے لیے حلقہ جبر، شرح عنوان، جنگ کی تمہید جیسے صفاتی اسما اپنی معنویت کے لحاظ سے صرف شاعر کی تاج سے نفرت کو ظاہر نہیں کرتے۔ بلکہ جبر کے نظام اور انسانیت دشمنی کے پورے سلسلے پر امن دوست تخلیق کار کے ردعمل کی بہت خوب انداز کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔ شاعرانہ بیان اور پیرایۂ اظہار میں قول محال (Paradox) کی اہمیت اور

حسن سے ارباب نظر خوب واقف ہیں۔کیفی کے اس مصرعے میں قول محال کی صورت ملاحظہ کریں:

تیرگی جس سے برستی ہے وہ خورشید ہے یہ

میرا محدود مطالعہ کہتا ہے اردو شاعری میں اس پائے کے قول محال کی مثالیں شاذ و نادر ہی ملتی ہیں (علمائے ادب ہی اس کی تصدیق کریں گے)۔تاج کو پیمانہ زہر اور اس کے سائے سے ہلاکو، چنگیز،فرعون و یزید جیسے مکروہ کرداروں کے ذکر نے نظم میں تلمیحات کے ذریعہ مضمون کو آگے بڑھانے کی مثالیں بھی فراہم کردی ہیں۔

’تاج‘ سر پر رکھنے کی خواہش ہی جنگ کے اسباب میں ایک اہم سبب ہے یہ گلشن نو کو بیاباں بناتی اور شمع خانہ ہی نہیں شمع مزار تک کو گل کر دیتی ہے۔اس کو سر پر رکھنے کی ہوس ختم ہوتی ہی نہیں اس مضمون کے لیے تاج کے بارے میں یہ مصرع بھی ملاحظہ ہو:

یہ وہ کشکول گدائی ہے جو بھرتا ہی نہیں

یہاں بھی قول محال کی صورت اپنا جلوہ بکھیر رہی ہے۔نظم جہاں ختم ہوتی ہے وہاں زندگی کے مثبت کردار پر ایقان اور ہوس زر کا سارا زور مٹانے کی اس کی صلاحیت کا بیان شاعر کے رجائی انداز اور نقطہ نظر کی صلابت کا عطر اس آخری مصرعے میں سمیٹ دیتا ہے:

اور بڑھتا ہے کوئی ضرب لگانے لیے

اسی طرح نظم ’تاج محل‘ کیفی کے انھیں جذبات کی ترجمانی تقریباً کرتی ہے میں صرف اس نظم سے ایک بے حد حسین تشبیہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔چاندنی میں تاج محل کیسا نظر آتا ہے اس کا حسن ناظر کو مسحور کر دیتا ہے۔کیفی نے اس صورت حال کو اپنے خاص منفرد پیرائے میں ایک تشبیہ کے ذریعہ ظاہر کیا ہے ملاحظہ ہو:

چاندنی اور یہ محل عالم حیرت کی قسم
دودھ کی نہر میں جس طرح ابال آجائے

لیکن اس حسین تشبیہ سے پر مصرعے کے بعد یہ دو مصرعے جو شاعری کی معروف تلمیح کے حوالے سے قائم کئے گئے ہیں شاعر کے جذبات اور نقطۂ نظر کے ترجمان ہیں:

ایسے سیاح کی نظروں میں کھپے کیا یہ سماں
جس کو فرہاد کی قسمت کا خیال آجائے

دوست میں دیکھ چکا تاج محل.....واپس چل

یہ مثالیں کیفی کی ان نظموں میں دی گئی ہیں جو پابند ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔آخر میں آزاد نظم کی ہیئت میں لکھی گئی نظم ’ابن مریم‘ کے علاوہ آخری رات، عادت، دائرہ اور دوسرا ابن باس کیفی کی ان نظموں میں شامل ہیں جن کی بنیاد پر انھیں جدید اردو نظم کی تاریخ میں اپنے مختلف اور منفرد طرز اظہار کے حوالے سے، کمٹ منٹ اور مقصدیت کی شاعری کو فنکاری کے ساتھ برتنے اور ان دونوں طریقہ ہائے اظہار کے ساتھ ایک متوازن رویہ رکھنے والے شاعر کی حیثیت سے یاد کیا جائے گا۔احتجاجی شاعری کی پرکھ اور تنقید کے لیے جو پیمانے بنائے جائیں گے اور غیر جانب داری کے ساتھ مطالعے کی صورتیں قائم کی جائیں گی ان کی راہ میں اصول سازی کے لیے کیفی اعظمی کے نظمیہ اظہار کی روشنی میں معیارات وضع کرنے کا سلسلہ ہوگا اگر ایسا ہوا تو آنے والے زمانے کو منفرد تخلیقی شان کے حامل فن پاروں کی روشنی میں انقلابی اور احتجاجی شاعری کے مطالعے کی جانب متوجہ کرنے والے فنکار کی حیثیت سے بھی کیفی اعظمی ضرور یاد آئیں گے۔ شاید یہ کیفی کی لگن اور اعتراف کو سچا خراج عقیدت ہوگا۔

◆◆◆

ضروری اطلاع

’’ایوانِ اردو، دہلی اور ’’بچوں کا ماہنامہ اُمنگ‘‘ کو کثیر تعداد میں قلمکاروں کی نگارشات موصول ہوتی ہیں۔تمام قلمکاروں کو جواب دینا ممکن نہیں ہوتا، جو تخلیقات برائے اشاعت منظور کرلی جاتی ہیں، ان کو حتی الامکان جواب دے دیا جاتا ہے۔جن لوگوں کو منظوری کا جواب موصول ہو جائے وہ اپنی تخلیق دوسری جگہ برائے اشاعت روانہ نہ فرمائیں، جو قلمکار ایسا کرتے ہیں یہ ادبی اور اخلاقی بد دیانتی ہے۔ادارہ ایسے قلمکاروں کو ’’بلیک لسٹ‘‘ کرنے میں حق بہ جانب ہوگا۔ — ادارہ